OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print) : 2519-7932
ISSN (Online) : 2521-067X
Jan-March-2022
Vol: 7, Issue: 25
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

میدان جنگ میں افواہ پھیلانے کی بابت شرعی نقطہ نظر: تحقیقی مطالعہ

The Shari'ah Response to Rumors on the Battlefield: A Research Study

Hafiz Rizwan Abdullah
Lecturer (Islamic Studies)
Govt. Graduate College, Civil Lines, Khanewal, Pakistan:
rizwan.alhafiz89@gmail.com

Iftikhar Alam
Assistant Pfofessor (V)
Department of Islamic Studies, University of Okara, Pakistan:
driftikhar.uo@gmail.com

Abstract:
Rumor is spreading of a fabricated story that has no basis in reality, or exaggerating a story or giving no weight to a story that is related to reality. It aims to influence the psyche of the common people of a region or province, in addition to achieving political, collective, economic and military goals in one country or in many countries or globally happens. The main purpose of spreading some rumors is to create hatred, envy and hatred in the hearts of human beings. You have to trample on and humiliate people. In view of the different forms of rumor, the Shari'ah prescribes different punishments for them. Rumors spread on the battlefield are an exception. Such rumors are usually spread to thwart the enemy. Another name for this is psychological warfare which is actually a defensive war. In Islam, it is counted in the context of Jihād for the sake of Allah.Psychological warfare is one of the basic principles of the call of the prophets. Every prophet has fought a psychological war against his opponents. The Holy Prophet also fought a psychological war against his enemy in different ways. In this research paper, where the forms of rumors and their Shariah rules are discussed, the prophetic strategy regarding psychological warfare is also explained in detail so that in its perspective, one can get proper guidance for the modern da'wah requirements.

Keyword: *Rumors, fabricated story, warfare, battlefield, psychological war*

افواہ کا مفہوم:

افواہ کو عربی میں "الشائعۃ" کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں: پھیلنا، منتشر ہونا، زیادہ ہونا۔ مختار الصحاح میں ہے:

شاع الخبر یشیع بمعنی ذاع و اشاع الخبر ای اذاعه۔[1]

"شاع الخبر کا معنی ہے خبر کا پھیلنا اور اشاع الخبر کا معنی ہے کسی خبر کو پھیلانا۔"

المعجم الوسیط میں اس کی وضاحت یوں ہے:

والشائعة هي الخبر ینتشر ولا تثبت فیه والجمع شوائع۔[2]

"شائعۃ اس خبر کو کہتے ہیں جو پھیل جائے مگر اس میں ثقاہت اور تثبت نہ ہو اس کی جمع شوائع آتی ہے۔"

معجم مقاییس اللغہ میں اس لفظ کی مزید وضاحت یوں ہے:

شیع فهي بمعنی: تفرق وانتشر ومن ذلک شعاع الشمس۔

"شیع کا معنی ہے بکھر گیا اور منتشر ہو گیا اسی سے سورج کی کرنوں کو شعاع کہا جاتا ہے (کیونکہ وہ بھی پھیل جاتی اور منتشر ہو جاتی ہیں۔"

اصطلاحی طور پر اس کی تعریف مختلف انداز میں کی گئی ہے، مثال کے طور پر مختار تہامی نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"اس سے مراد ہے کسی من گھڑت خبر کو پھیلانا جس کی حقیقت میں کوئی اساس نہ ہو، یا کسی خبر میں مبالغہ آرائی کرنا یا کسی ایسی خبر کو بیان کرتے ہوئے اسے کوئی وزن نہ دینا جس خبر کا حقیقت سے تعلق ہو۔ اس کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ کسی علاقے یا صوبے کے عام لوگوں کی نفسیات کو متاثر کیا جائے، مزید برآں کسی ایک ملک میں یا کئی ممالک میں یا عالمی سطح پر سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور عسکری اہداف کا حصول بھی اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔"[3]

---

[1] محمد محی الدین و محمد السبکی، **المختار فی صحاح اللغة**، القاہرة، المکتبة التجاریة الکبری، ص: 289۔

Muhammad Muhiuddin and Muhammad Al-Subkī, *Al-Mukhtār fī Sihāh Al-Lughah*, Cairo, Al-Maktabah Al-Tijāriyah Al-Kubrā, p. 298

[2] مجمع اللغة العربیة، **المعجم الوسیط**، مصر، دار المعارف، ط۔ 1392ھ ص: 503۔

Majma Al-Lughah Al-Arabia, *Al-Mujam Al-Waseet*, Egypt, Dār Al-Maārif, ed.1392AH, p.503

[3] مختا ر التہامی، **الرای العام والحرب النفسیة**، القاہرة، دار المعارف ، 1972ء، ص: 21۔

احمد نوفل نے اس کی تعریف یوں کی ہے: "افواہ سے مراد وہ خبر ہے جسے کسی مخصوص ماحول میں پھیلایا جائے اور جسے دوسروں کے علم میں لائے بغیر خاص ہدف ار مقصد کے حصول کے لیے عام کیا جائے"۔[4]

افواہ کی ایک تعریف ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے:

"افواہ سے مراد ان اخبار کو پھیلانا اور نشر کرنا ہے جن کی صحت مشکوک ہو، ان کی اصل حقیقت تک رسائی ناممکن ہو اور ان کا تعلق اہم موضوعات کے ساتھ ہو اور ان کی تصدیق و یا نشر کرنے کا نتیجہ لوگوں کی معنوی روح کمزور ہونے کی صورت میں نکلتا ہو"۔[5]

درج بالا تعریفات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ افواہ کا تعلق اس خبر سے ہوتا ہے جس کا مصدر نامعلوم ہو، صحت مشکوک ہو، اس کی حقیقت اور تہہ تک رسائی ناممکن ہو، اسے معاشرے میں اس قدر پھیلایا جائے اور عام کیا جائے کہ وہ عام لوگوں کے قلوب و اذہان پر غالب اور حاوی ہو جائے۔ افواہ سازی کا یہ عمل علاقائی سطح پر ہو سکتا ہے اور ملکی اور عالمی سطح پر بھی۔

افواہ کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام:

افواہ کے اہداف اور اثرات کے پیشِ نظر اس کو مختلف انواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض افواہیں پھیلانے کا بنیادی ہدف یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کے دلوں میں بغض، حسد اور نفرت و دشمنی کا بیج بو کر انہیں ایک دوسرے سے دور کیا جائے۔ یہ نفرت کا بیج نسلی بنیادوں پر بھی بویا جا سکتا ہے جیسا کہ اہلِ عرب اور فارس کے مابین کشمکش جاری رہتی ہے۔ نفرت کی دیوار مذہبی اور مسلکی بنیادوں پر بھی کھڑی کی جا سکتی ہے جیسا کہ برصغیر میں ہندو مسلم کشمکش اور شیعہ سنی کا جھگڑا اس کی واضح مثالیں ہیں۔

Mukhtar Al-Tahāmī, *Al-Rāy Al-Ām wa Al-Harb Al-Nafsiyah*, Cairo, Dār Al-Maārif,1972, p.21

[4] احمد نوفل، **الاشاعة**، عمان، دار الفرقان، 1983ء، ص: 16۔

Ahmad Noufil, *Al-Ashā'ah*, Oman, Dār Al-Furqān, 1983, p.16

[5] احمد نوفل، **الاشاعة**، ص: 17۔

Ibid, p.17

بعض افواہیں اس لیے پھیلائی جاتی ہیں تا کہ لوگوں کے درمیان اضطراب، بے چینی اور بد امنی کو فروغ دیا جائے۔ جب جنگ کا خوف ہر وقت کسی قوم پہ چھایا رہے اور پریشانی کے عالم میں وہ بے چین رہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اہم اور حساس معاملات سے ان کی توجہ ہٹ جائے گی اور دشمن اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔ بعض افواہوں کا مقصد لوگوں کی عزت و آبرو سے کھیلنا، انسانی وقار کو پامال کرنا اور لوگوں میں کسی کو بے آبرو کرنا ہوتا ہے۔ افواہ کی یہ قسم سب سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہوتی ہے۔ عزت و آبرو انسان کا قیمتی ترین اثاثہ ہے جس کی حفاظت کی خاطر وہ اپنی جان دینے یا کسی کی جان لینے پر اتر آتا ہے۔ گویا اس قسم کی افواہ معاشرے میں اضطراب و بے چینی کے ساتھ ساتھ قتل اور خون ریزی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

افواہ کی مختلف صورتوں کے پیش نظر شریعت نے ان کی مختلف سزائیں تجویز کی ہیں۔ شریعت نے بعض افواہوں کی سزا کو بطور حد بیان کیا ہے اور یہ وہ افواہیں ہیں جن کا تعلق انسان کی عزت و آبرو کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض افواہوں کی تعزیری سزا بیان کی گئی ہے جس کا اختیار قاضی کو ہوتا ہے اور وہ اپنے مناسب حال کوئی سزا تجویز کر سکتا ہے۔ ذیل میں افواہوں کی مختلف صورتوں کے پیش نظر ان کی سزا کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1۔ حد قذف کی سزا: قذف سے مراد ہے کہ کسی پر زنا کی تہمت لگا دی جائے۔ یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔[6] اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کی عزت و آبرو متاثر ہوتی ہے، لہذا اسلام نے معاشرے کو اس صورت حال سے بچانے کے لیے حد قذف مقرر کی ہے۔ ارشادی باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَا تِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ.[7]

"جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔"

---

[6] ابن قدامه، عبد الله بن احمد، **المغنی** ، بیروت، دار الفکر، طبع اول ، 1405ھ : 192/10۔

Ibn-i-Qudāmah, *Al-Mughnī,* Beirut, Dār Al-Fikr, ed.1405Ah, 192/10

[7] **النور**24 :23۔ Al-Nūr, 23:24

اس آیت سے اکثر اہل علم نے استدلال کیا ہے کہ حد قذف کا مقصد ہی لوگوں کی عزت و ابرو کو محفوظ کرنا ہے۔[8]

قرآن نے حد قذف کو یوں بیان کیا ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ.[9]

"جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسی (80) کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان کے لیے درج ذیل تین سزائیں بیان کی ہیں:

1. جسمانی سزا، جو اسی (80) کوڑے ہیں۔
2. تادیبی سزا، یہ ان کی شہادت کا غیر معتبر قرار دینا ہے۔
3. تیسری سزا یہ ہے کہ وہ فاسق اور اطاعت الہیٰ سے خارج ہے۔[10] اس کی عدالت نہ اللہ کے ہاں معتبر ہے اور نہ لوگوں کے ہاں معتبر ہے۔[11]

اسلام نے کسی پر کفر و شرک کا الزام لگانے پر سزا مقرر نہیں کی، حالانکہ اپنی قباحت میں یہ دونوں الزام بہت بڑے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا کی تہمت لگانے والا جب کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرتا ہے تو اس کے جھوٹ کا کوئی

---

[8] ابن نجار، محمد بن احمد، **شرح الكواكب المنير**، تحقيق: محمد زحيلى، مكتبه العبيكان، طبع ثانى، 1997ء: 162/4۔

Ibn-i-Najār, Muhammad bin Ahmad, *Sharah Al-Kawakib Al-Munīr*, Research: Muhammad Al-Zuhailī, Maktabah Al-Abīkān, ed.1997, 162/4

[9] **النور**24 :4۔ Al-Nūr, 4:24

[10] يوسف حامد العالم، دكتور، **المقاصد العامة للشريعة الاسلاميه**، رياض، المعهد العالمى للفكر الاسلامى، طبع ثانى، 1994ء، ص: 457،456۔

Yousuf, Hāmid Al-Ālim, Dr., *Al-Maqāsid Al-Āmmah Li Shariah Al-Islamiah*, Riyadh, Al-Māhad Al-Ālamī Lil-Fikr Al-Islāmī, ed.1994, p.456,457

[11] ابن كثير، اسماعيل بن عمر، **تفسير القرآن العظيم**، دار طيبة، طبع ثانى، 1999ء: 13/6۔

Ibn-e-Kathīr, Ismail bin Umar, *Tafsīr Al-Qur'ān Al-Azīm*, Dār Taybah, ed. 1999AD, 133/6

گواہ نہیں ہوتا، لہذا شریعت نے اسے جھوٹا ثابت کرنے کے لیے حد قذف مقرر کر دی جبکہ کفر و شرک کا الزام لگانے والے کے خلاف بہت سے مسلمان ہی گواہ کھڑے ہو جاتے ہیں جو ایسا الزام لگانے والے کو جھوٹا ثابت کر دیتے ہیں اس لیے قذف کی حد مقرر کی گئی اور کفر و شرک کے الزام کی نہیں کی گئی۔[12]

لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے کی سزا: بہت سے معاملات ایسے ہیں جن پر شریعت کی طرف سے کوئی حد لاگو نہیں ہوتی نہ شریعت نے ان کی سزا کو معین طور پر بیان کیا ہے، البتہ یہ چیزیں دوسرے افراد کے لیے باعث تکلیف ہیں مثلاً کسی کے خلاف زبان درازی کر کے اس کی ہتک کی جائے، کسی کو گالی گلوچ کے ذریعے بے عزت کیا جائے، لوگوں کے درمیان فساد برپا کیا جائے یا کسی اور ذریعے سے کسی کو ذلیل و رسوا کیا جائے تو شریعت نے ایسے معاملات وقت کے قاضی اور جج کے سپرد کیے ہیں کہ وہ اپنی صوابدید سے ایسے لوگوں کے خلاف مناسب قدم اٹھا سکتا ہے اور ان کے جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مناسب سزا تجویز کر سکتا ہے۔[13]

علمائے اصول نے اس بات کو واضح بیان کیا ہے کہ قذف کے علاوہ کسی کو گالی دینے پر تعزیری سزا کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ شریعت نے یہ تعزیری سزا تجویز کر کے لوگوں کے عزت آبرو کے بنیادی اور ضروری حق کو تحفظ فراہم کیا ہے۔[14] حقیقت یہ ہے کہ دوسروں پر طعن و تشنیع کی سزا بیان کر کے شریعت نے انسانی عزت و آبرو کے تحفظ کا سامان کیا ہے۔ یہ سزا بھی اسی بنیادی حق انسانی کے مکملات میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب شریعت کسی کے خلاف محض طعن و تشنیع کو برداشت نہیں کرتی تو تہمت بلکہ زنا کی تہمت کو کیسے برداشت کر سکتی ہے۔

---

[12] ابن قیم الجوزیة، محمد بن ابو بکر، **إعلام الموقعين عن رب العالمين**، تحقیق: طٰهٰ عبد الرؤف سعد، بیروت، دار الجیل، 1973ء: 83/2 ؛ یوسف حامد العالم، **المقاصد العامة للشريعة الاسلامية**، ص: 458۔

Ibn-i-Qayyim Al-Jouziyah, Muhammad bin Abū Bakr, *Ilām Al-Muaqqi'īn an Rabbul Ālamīn*, Res. Tāhā Adul Raūf Sād, Beirut, Dār Al-Jīl, 1973AD, 83/2

[13] ابن قدامة، **المغنی**، 206/10۔ Ibn-i-Qudāmah, *AL-Mughnī*, 206/10

[14] ابن نجار، **شرح الكواكب المنير**: 164/4۔ Ibn-i-Najār, Sharah Al-Kawākib Al-Munīr, 164/4

امن عامہ پر اثر انداز ہونے والی افواہ کی سزا: اسلامی شریعت نے معاشرے کو پر امن اور پر سکون بنانے کا انتہائی اعلیٰ بندوبست کیا ہے اور معاشرتی امن کو تباہ کرنے والے عناصر کا سختی سے نوٹس لیا ہے۔ اس بارے میں مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ جب ان کے پاس ایسی خبر آئے جو معاشرے کے امن وسکون پر اثر انداز ہو تو انہیں فوراً ایسے لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو حقیقت شناس ہیں۔[15]

اسلامی شریعت نے معاشرے پر اثر انداز ہونے والی افواہ کے خلاف سخت مؤقف اختیار کیا ہے اور حاکم وقت کو ان لوگوں کو مناسب سزا دینے کا حق بھی عطا کیا ہے جو افوہ پھیلا کر اس کی ترویج و اشاعت کے ذریعے سے امت کی سلامتی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حاکم وقت کو انہیں سزائے موت دینے کا حق ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا. مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا." [16]

"اگر منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینے میں غلط افوہیں پھیلانے والے ہیں باز نہ آئیں تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر تو چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے، ان پر پھٹکار برسائی گئی، جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں، اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔"

امت میں غلط افواہیں پھیلانے والوں کی سزا کی ایک مثال خلیفہ راشد سیدنا عمر بن خطابؓ کے دور حکومت میں سامنے آئی کہ ان کے زمانے کا معروف شاعر حطیئہ اپنے اشعار میں لوگوں کے عیب اچھالتا اوران کی ہجو کرتا تھا۔ اس کے اس جرم پر سیدنا عمرؓ نے اسے قید کرنے کا حکم دیا۔[17] لہٰذا جو بھی شخص اس طرح معاشرے کے امن میں خلل اندازی کا سبب بنتا ہے حاکم وقت یا قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اسے مناسب سزا دے کر امن وامان بحال کرے۔

---

[15] **النساء** 4: 83۔ Al-Nisā, 83:4

[16] **الاحزاب** 33: 60-62۔ Al-Ahzāb, 60-62/33

[17] القرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**، تحقیق: احمد بردونی و ابراہیم اطفیش، القاہرۃ، دار الکتب المصریۃ، طبع ثانی 1964ء: 12/ 173۔

میدان جنگ میں افواہ پھیلانے کا مفہوم:

اسلام میں افواہ پھیلانے پر جس سزا کا تذکرہ کیا گیا ہے یا کسی بھی اعتبار سے ان کی مذمت کی گئی ہے اس سے وہ افواہیں مستثنیٰ ہیں جو میدان جنگ میں پھلائی جائیں۔ عام طور پر ایسی افواہیں دشمن کے قدم اکھاڑنے کے لئے پھیلائی جاتی ہیں۔ اسی کا دوسرا نام نفسیاتی جنگ ہے جو در حقیقت دفاعی جنگ ہوتی ہے۔ اسلام میں اسے جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں ہی شمار کیا گیا ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے عبد الہادی زیدی لکھتے ہیں:

"اس سے مراد اقدامات اور آپریشنز کا وہ مجموعہ ہے جو حقیقی طور پر جنگ میں شامل ہوئے بغیر دشمن کو کمزور کرنے کے لیے یا اس کے معاندانہ نفسیاتی اقدامات کو روکنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ اسلامی شریعت میں اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں شمار کیا جاتا ہے۔"[18] اس کے بارے میں جمال سید لکھتے ہیں:

"نفسیاتی جنگ سے مراد ہر قسم کی جنگ ہے، خواہ وہ مادی قوت کے ساتھ ہو یا معنوی قوت کے ساتھ ہو۔ اس کا مقصد دشمن کو خاص نفسیاتی حالت میں رکھنا ہوتا ہے اور وہ حالت شکست ہوتی ہے۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ نفسیاتی جنگ کا دیگر تمام عسکری، اقتصادی، سیاسی اور نظریاتی جنگوں سے علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے بلکہ یہ تمام جنگوں کی اصل اور روح ہے۔"[19]

نفسیاتی جنگ کی بابت شرعی نقطہ نظر

نفسیاتی جنگ کا شمار انبیاء کرام کی دعوت کے بنیادی اصولوں میں ہوتا ہے، ہر نبی نے اپنے مخالفین کے خلاف نفسیاتی جنگ لڑی ہے، مثال کے طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام یمن کی ملکہ کو خط لکھتے ہیں:

Al-Qurtabī, Muhammad bin Ahmad, Al-Jām'e Al-Ahkām Al-Qur'ān, Cairo, Dār-ul-Kutub Al-Misriyah, ed.1964AD, 173/12

[18] عبدالہادی محمود الزیدی، **الحرب النفسية: مفاہيم اعلاميه واحكام فقهية**، دار الفجر للنشر والتوزیع، 2010 ص: 67۔

Abdul Hādī Mahmūd Al-Zaidī, Al-Harb Al-Nafsiyah, Mafāhīm Aalāmiyah, Dār Al-Fajr Lin-Nashr Wat-Touzī, 2010AD, p.67

[19] جمال السيد، **اضواء على الحرب النفسية**، القاہرة، الهيئة المصرية العامة للكتاب، 1972، ص: 15۔

Jamāl Al-Sayyed, Adwā Alā Al-Harb Al-Nafsiyah, Cairo, 1972, p.15

''اذهب بكتٰبي هٰذا فالقه اليهم ثم تول عنهم فانظر ماذا يرجعون قالت يٰايها الملؤا اني القي الي كتٰب كريم O انه من سليمٰن وانه بسم الله الرحمٰن الرحيم الا تعلوا علي واتوني مسلمين۔''[20]

"میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف پھینک دے، پھر ان سے لوٹ آ، پس دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ اس (ملکہ) نے کہا: اے سردارو! بے شک میری طرف ایک عزت والا خط پھینکا گیا ہے۔ بے شک وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرماں بردار بن کر میرے پاس آ جاؤ"۔

بعد ازاں جب ملکہ آپ کو تحائف بھیجتی ہے تو سلیمان علیہ السلام ملکہ اور اس کے لشکر کے حوصلوں اور مورال کو ہدف بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فلما جآء سليمٰن قال اتمدونن بمال فما اتٰىن الله خير مما اتٰكم بل انتم بهديتكم تفرحون O ارجع اليهم فلناتينهم بجنود لا قبل لهم بها ولنخرجنهم منها اذلة وهم صٰغرون۔''[21]

"جب وہ (سفیر) سلیمانؑ کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ ان کے پاس واپس جا، اب ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کے مقابلے کی ان میں طاقت نہیں اور انھیں اس حال میں ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ حقیر ہوں گے"۔

پھر جب ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کا استقبال اس انداز سے کیا جس سے اس کی خود اعتمادی مزید کمزور ہو گئی، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر سے کہا:

''قال يٰايها الملؤا ايكم ياتيني بعرشها قبل ان ياتوني مسلمين۔''[22]

---

[20] النمل 27: 28-31۔ Al-Namal, 28-31:27

[21] النمل 27: 36-37۔ Ibid, 36,37:27

[22] النمل 27: 38۔ Al-Namal, 38:27

"سلیمانؑ نے کہا اے سردارو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لائے گا اس سے پہلے کہ وہ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آئیں؟"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو ملکہ کا عرش لانے کا حکم دیا تاکہ ملکہ کا مورال ڈاؤن ہو جائے، اس کے پیروکاروں کا یہ زعم ختم ہو جائے کہ وہ طاقتور ہیں اور انھیں آپ کے اس عمل سے سرنڈر کرنے اور اللہ کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب ملے۔ اسی طرح نبی ﷺ کی سیرت میں ہمیں نفسیاتی جنگ کی مشروعیت اور اہمیت کی بابت بے شمار روایات ملتی ہیں، انس بن مالک رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جاهدوا المشركِينَ بأموالكُم، وأنفسكم وألسنتكُم." [23]

"مشرکین سے اپنے مال وجان اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو"۔

جنگ میں اعلام سے مراد جہاد باللسان ہے جب کہ قتال سے مراد جہاد بالنفس ہے۔ یہ جہاد کا ہی ایک حصہ ہے اس کو جہاد سے کسی بھی صورت جدا نہیں کیا جاسکتا۔ نفسیاتی جنگ اعلامی جہاد کی ایک قسم ہے۔ فقہاء کے ہاں لفظ جہاد اللہ کے راستے میں اپنی طاقت اور جدوجہد صرف کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، خواہ وہ جہاد بالنفس ہو، جہاد بالمال ہو، جہاد باللسان ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی صورت ہو۔ [24]

دشمن کی نفسیاتی جنگ کا مقابلہ کرنے کی صورت میں مسلمانوں پر نفسیاتی جنگ فرض ہے، کیونکہ مسلمانوں کے خلاف یہ جنگ میڈیا، سیاسی ہتھکنڈوں، معاشی اقدامات وغیرہ کے ذریعے برپا کی جارہی ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ دشمن کے پروپیگنڈے کے خلاف مزاحمت کریں اور اس فرض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کریں۔ تاہم میڈیا کے پیشہ ور افراد، سائنسی، فکری اور علمی متخصصین پر یہ جنگ فرض کفایہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مہم جوئی کے اسالیب اور وسائل بہت سارے ہیں، اس کے لئے اہلیتوں اور انسانی توانائیوں کی ضرورت ہے اور ایسے

---

[23] ابوداود، سلیمان بن اشعث، **السنن**، کتاب الجهاد، باب كراهية ترک الغزو، حدیث نمبر: 2504۔

Abū Dawūd, Sulaiman bin Ash'as, Al-Sunan, book Al-Jihād, Hadith No. 2504

[24] الکاسانی، مسعود بن احمد، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، دار الکتب العلمية، 1986ء, 97/7 ۔

Al-Kāsānī, Masūd bin Ahmad, *Badā'i al-Sanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i*, Dār-ul-Kutub Al-Ilmiyah, ed. 1986AD, 97/7

افراد کی ضرورت ہے جو دشمن کو اخلاقی اور ذہنی طور پر دہشت زدہ کرنے کے طریقوں کے بارے میں خوب گہرا علم و معرفت رکھتے ہوں اور یہ صلاحیت تمام مسلمانوں میں موجود نہیں ہے، لہذا اس صورتحال کے تناظر میں اس گروہ کو تیار کرنے کا معاملہ، جو دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ لڑے، فرض قرار پاتا ہے، اگر امت اس قسم کے افراد تیار نہیں کرے گی تو اس میں کوتاہی کی وجہ سے تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔[25]

اس حوالے سے نعیم بن مسعود کا واقعہ بہت اہم ہے، وہ مسلمان ہوئے تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ! میں مسلمان ہو گیا ہوں، لیکن میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں، لہذا آپ ﷺ مجھے کوئی حکم فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنت فينا رجل واحد، فخذل عنا إن استطعت، فإن الحرب خدعة[26].

"تم فقط ایک آدمی ہو (لہذا کوئی فوجی اقدام تو نہیں کر سکتے) البتہ جس قدر ممکن ہو ان میں پھوٹ ڈالو اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ تو چالبازی کا نام ہے"۔ اس حدیث کی شرح میں ابن بطال لکھتے ہیں:

"اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنگ میں افراد کی کثرت کی نسبت چالبازی زیادہ مفید ہوتی ہے"۔[27]

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قریش کی ہجو کرو، کیوں کہ یہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ شاق گزرتی ہے"۔ آپ ﷺ کو حضرت ابن رواحہ کی ہجو

---

[25] عبدالہادی الزیدی ،**الحرب النفسية** ، ص: 153-154۔

Abdul Hādī, *Al-Harb Al-Nafsiyah*, p. 153, 154

[26] ابن ہشام،عبد الملک، **السيرة النبوية**، تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید، مصر، مکتبہ محمد علی صبیح: 712/3۔

Ibn-e-Hishām, Al-Sīrah Al-Nabawiyah, Egypt, 712/3

[27] ابن بطال، علی بن خلف، **شرح صحيح البخاری**، تحقیق: ابو تمیم یاسر بن ابراہیم، ریاض، مکتبۃ الرشد، طبع ثانی، 2003ء : 187/5۔

Ibn-e-Batāl, Ali bin Khalf, *Sharah Sahīh Bukhārī*, Riyadh, Maktabah Al-Rushd, 2003, 187/5

پسند نہیں آئی، تو آپ نے حضرت کعب بن مالک کو حکم دیا، پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، انھوں نے قریش کی ہجو کی تو آپ نے فرمایا:

" جب تک تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی طرف سے ان کا دفاع کرتے رہو گے روح القدس تمہاری تائید کرتے رہیں گے "۔[28]

عہد رسالت میں اشعار کے ذریعے ہجو کرنا سیاسی جنگ کا سب سے نمایاں ذریعہ تھا، اسی لئے نبی ﷺ نے اس کے لیے "ہجاء" کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اس میں کسی شخص کی ہر وہ برائی شامل ہوتی ہے جس سے اس کو متصف کیا جا سکتا ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ روایتی جنگ کی نسبت نفسیاتی جنگ زیادہ گراں ہوتی ہے کیونکہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ہجو کا عمل تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق ہے۔ نبی ﷺ کے بہت سے غزوات کا فیصلہ نفسیاتی جنگ کی وجہ سے ہوا، اس کی نمایاں مثال غزوہ فتح مکہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نفسیاتی جنگ جس بھی طرح کی جائے وہ جہاد کا حصہ ہے اور یہ جنگ لڑنے والے بھی ان مجاہدین میں شامل ہیں جن کی نصرت و حمایت اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔ یہ بات عجیب نہیں کہ اسلحہ سے لڑنے والوں کی مدد عام فرشتوں سے کی جاتی ہے جبکہ نفسیاتی جنگ لڑنے والوں کی مدد روح القدس جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے کی جاتی ہے!!

نفسیاتی جنگ کی بابت شرعی تدابیر:

شریعت اسلامیہ نے دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ کو بروئے کار لانے کے لیے درج ذیل تدابیر کو اختیار کیا ہے:

1۔ دشمن کے حوصلے پست کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[28] مسلم بن حجاج، القشیری، **الجامع الصحیح**، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت، دار السلام ریاض، حدیث نمبر: 6550۔

Muslim bin Hujjāj, *Al-Jām'i Al-Sahīh*, Book: Fadā'il Al-Sahābah, Riyadh, Dārussalām

وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا استَطَعتُم مِّن قُوَّةٍ وَّمِن رِّبَاطِ الخَيلِ تُرهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُم وَاٰخَرِينَ مِن دُونِهِم لَا تَعلَمُونَهُم اَللّٰهُ يَعلَمُهُم-[29]

"اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے اُن کے مقابلہ کے لیے مہیار کھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دُوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے"۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رقم طراز ہیں:

"پھر اللہ تعالی نے وہ بات بیان فرمائی جس کی وجہ سے یہ تمام اشیاء تیار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: تم اس کے ذریعے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ۔ یہ ڈرانا اس طرح ہے کہ جب کافروں کو پتہ چلے گا کہ مسلمان چوکنے اور جہاد کے لئے تیار ہیں، ان کے پاس تمام ہتھیار اور آلات مکمل ہیں تو دشمن ان سے خوف کھائے گا"۔[30]

ان آیات میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان دشمنوں کو بھی ڈرائیں جن کو وہ جانتے ہیں اور ان کو بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔ یہ دشمن کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنے کا نہایت اہم حربہ ہے کہ جب انہیں پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کو ان دشمنوں کے خلاف بھی تیاری کا حکم دیا جارہا ہے جن کو وہ جانتے تک نہیں ہیں اور جو میدان میں موجود نہیں ہے تو یہ سن کر ان کا مورال ڈاؤن ہو گا اور حوصلے پست ہوں گے۔

2۔لفظ رعب کا استعمال کرنا

ارشاد باری ہے: سَنُلقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعبَ-[31]

"عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرین حق کے دلوں میں رعب بٹھادیں گے"۔

---

[29] الانفال8: 57-60۔ Al-Anfāl, 57-60:8

[30] الرازی، محمد بن عمر، فخرالدین، **مفاتیح الغیب**، بیروت، دار احیاء التراث العربي، طبع ثالث 1420ھ: 199/15۔

Al-Rāzī, Muhammad bin Umar, *Mafātīh Al-Ghaib*, Beirut, Dār Ihyā Al-Turās Al-Arbī, 199/5

[31] آل عمران3: 151۔ Āl-i-Imrān, 151:3

اسی طرح سورۃ الاحزاب[32] اور سورۃ الحشر[33] میں بھی لفظ رعب استعمال کیا ہے جو نفسیاتی جنگ کے اعتبار سے نہایت بلیغ تعبیر ہے۔ دشمن پر نفسیاتی رعب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت ہے جس کو آپ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

أُعْطِيتُ خمسا, لم يعطَهنَّ أحد من الأنبياء قبلي: نُصِرْتُ بالرعب مسيرة شهر---[34]"مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔۔۔"

3۔ اللہ تعالی کے راستے میں شہادت کے شرف کا اظہار کرنا

اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کو اپنے راستے میں لڑائی کرنے کی ترغیب دی اور قتال کی محبت ان کے دل میں ڈال دی، اس ضمن میں عمیر بن حمام کا واقعہ کتب احادیث میں موجود ہے جنھوں نے جنت کے شوق میں کھجوریں ختم ہونے کا انتظار نہیں کیا بلکہ وہ نکال کر پھینک دیں اور نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیا۔ انھوں نے۔[35]

نفسیاتی جنگ کا مقابلہ کرنے میں نبوی حکمت عملی:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے خلاف، اپنی رسالت کے خلاف اور اسلامی ریاست کے خلاف نفسیاتی جنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے بنیادی طور پر دو طریقے اختیار کیے جو درج ذیل ہیں:

1۔ احتیاطی تدابیر: اس مقصد کے لیے آپ نے جن احتیاطی تدابیر کو اختیار کیا وہ یہ ہیں:

1۔ کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے واپسی تک اس کی رازداری کو یقینی بنانا:

---

[32] **الاحزاب** 33: 26-27۔ Al-Ahzāb, 26-27:33

[33] **الحشر** 59: 2-3۔ Al-Hashr, 2,3:59

[34] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب التیمم باب، دار السلام ریاض، حدیث نمبر:335۔
Bukhārī, Muhammad bin Ismā'īl, Al-Jām'i Al-Sahīh, Riyadh, Dārussalam, Hadith: 335

[35] مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد، باب ثبوت الجنة للشهيد، حديث نمبر: 1901۔
Muslim bin Hujjāj, Al-Jām'i Al-Sahīh, Book: Al-Jihād, Hadith: 1901

اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان فان کل ذی نعمة محسود۔[36]

"اپنی ضروریات کو کامیاب کرنے کے لیے رازداری سے مدد لو اس لیے کہ ہر منعم (جس پر نعمت کی گئی ہے اس) سے حسد کیا جاتا ہے"۔ اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بھی کسی غزوہ پر جانے کا ارداہ فرماتے تو بظاہر خلافِ مقصود دوسری طرف توریہ فرماتے۔[37]

نبی ﷺ دشمن کے کے ساتھ معاملات کرتے وقت نہایت بیدار مغز ہوتے تھے، آپ دشمن پر مسلمانوں کے لشکر کی جہت واضح نہیں ہونے دیتے تھے اور آپ کی شدید ترین خواہش ہوتی کہ لشکر اور اس کی حرکت کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔ اس ضمن میں محمود شیت خطاب کہتے ہیں:

"اپنے راز کو پوشیدہ رکھنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ترین خواہش ہوتی تھی، چنانچہ آپ جب بھی کسی غزوہ پر نکلنے کا ارادہ کرتے آپ اس غزوہ کے علاوہ دوسری طرف توریہ کرتے، چنانچہ غزوہ فتح مکہ میں اپنے عزائم کو مخفی رکھا حتی کہ اپنی زوجہ اور ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی پوشیدہ رکھا۔ اسی رازداری کا نتیجہ تھا کہ آپ دس ہزار کا لشکر جرار فتح مکہ کے لیے تیار کرنے کے قابل ہوئے اور قریش کو لشکر کی حرکت اور آپ کے عزائم کی خبر تک نہ ہو سکی حتی کہ آپ مکہ کی وادیوں میں پہنچ گئے، چنانچہ قریش سرنڈر کرنے پر مجبور ہو گئے"۔[38]

2۔ مختلف طریقوں سے دشمن کے بارے میں معلومات جمع کرنا:

یہ معلومات اکٹھی کرنے کے آپ کے پاس دو ذرائع تھے؛ پہلا ذریعہ وحی الہی تھا اور دوسرا ذریعہ معلومات اکٹھی کرنے اور دشمن کی جاسوسی کرنے کا وہ نظام تھا جو نبی اکرم ﷺ نے اپنی استطاعت اور صلاحیت کے مطابق وضع کیا تھا۔

---

[36] الالبانی، محمد ناصر الدین، **سلسلة الاحادیث الصحیحة**، مکتبة المعارف، طبع اول، حدیث: 1453۔
Al-Albānī, Nāsiruddīn, Silsilah Al-Ahādith Al-Sahīhah, Maktabah Al-M'ārif, Hadith: 1453

[37] البخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر: 2948
Al-Bukhārī, Al-Jām'i Al-Sahīh, H:2948

[38] محمود شیت خطاب ، **الرسول القائد**، بغداد، دار مکتبة الحیاة، طبع ثانی، 1960 ص: 315۔
Mahmūd Shais, Al-Rasūl Al-Qāid, Baghdād, Dār Al-Hayāt, ed.1960, p.315

مثال کے طور پر غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے دشمن کے حالات کا پتا لگانے کے لیے جاسوسی دستہ روانہ فرمایا۔ اس کاروائی کے لیے مہاجرین کے تین قائد علی بن ابی طالب، زُبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ سیدھے بدر کے چشمے پر پہنچے۔ وہاں دو غلام مکی لشکر کے لیے پانی بھر رہے تھے۔ انہیں گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں قریش کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ ٹیلہ جو وادی کے آخری دہانے پر دکھائی دے رہا ہے قریش اسی کے پیچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا: بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: روزانہ کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تب لوگوں کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے معززین قریش کے بارے میں بھی معلومات حاسل کیں جو اس جنگ میں شامل تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ربیعہ کے دونوں صاحبزادے عتبہ اور شیبہ اور ابو البختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوَفل بن خُوَیلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابو جہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف لشکر میں شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے پاس لا کر ڈال دیا ہے۔"

اسی طرح غزوہ احزاب میں نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان کو دشمن کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور فرمایا:

يا حُذَيفةُ، فاذْهَبْ فادْخُلْ في القَومِ فانْظُرْ ما يَفعَلونَ، ولا تُحدثَنَّ شيئًا حتى تَأتِينا۔[39]

"اے حذیفہ! جاؤ اور دشمن کی صفوں میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں اور ہمارے پاس آنے سے پہلے کسی کو کوئی خبر مت بتانا۔"

[39] احمد بن حنبل ،**المسند**، تحقیق: شعیب ارناؤط، موسسه الرساله، حدیث نمبر: 23334 ، 358/38۔
Ahmad bin Hanbal, Al-Musnid, Muassah Al-Risālah, Hadith: 23334, 358/38

3۔ دشمن کے حوصلے پست کرنا اور ان میں پھوٹ ڈالنا::

نبی ﷺ نے اپنے بعض غزوات میں اس طریقے کو خود اختیار کیا، مثال کے طور پر آپ دو سو صحابہ اور بیس گھوڑوں کو لے کر بنو لحیان پر حملہ آور ہوئے۔ بنو لحیان کو خبر ہوئی تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ پھر آپ ﷺ نے عسفان کا قصد کیا تا کہ قریش کو آپ کی آمد کی خبر ہو جائے، وہ مرعوب ہو جائیں اور آپ کی قوت کا مشاہدہ کر لیں۔[40] اس حوالے سے محمود شیت خطاب لکھتے ہیں:

"ہر غزوے میں دشمن کے حوصلوں کو توڑنا نبی ﷺ کا بنیادی ہدف ہوتا تھا"۔[41]

اس کی مزید نمایاں ترین مثال نعیم بن مسعود کا واقعہ ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ ! میں مسلمان ہو گیا ہوں، لیکن میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ مجھے کوئی حکم فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنت فينا رجل واحد، فخذل عنا إن استطعت، فإن الحرب خدعة[42].

"تم فقط ایک آدمی ہو (لہٰذا کوئی فوجی اقدام تو نہیں کر سکتے) البتہ جس قدر ممکن ہو ان میں پھوٹ ڈالو اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ تو چالبازی کا نام ہے"۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے دکتور صلابی لکھتے ہیں:

"نعیم بن مسعود نے نبی ﷺ کے مخالف تمام لشکروں کے بیچ شک اور نفرت کا بیج بویا، جس کے نتیجے میں دشمن میں پھوٹ پڑ گئی۔ ان کی جمعیت شکست کھا گئی، چناچہ انہوں نے یہودیوں کو اکسایا کہ وہ قریش سے سے مطالبہ کریں کہ قریش جب تک اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں، آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ اس کے بعد حضرت نعیمؓ سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہود نے محمد ﷺ اور ان کے رفقاء سے جو عہد شکنی کی

---

40 ابن ہشام ، **السیرۃ النبویہ**: 95/3۔ Ibn-i-Hishām, Al-Sīrah Al-Nabawiyyah, 95/3

41 محمود شیت خطاب، **الرسول القائد**، ص: 329۔ Mahmūd Shais, Al-Rasūl Al Qā'id, p.329

42 ابن ہشام، **السيرة النبوية**: 712/3۔ Ibn-i-Hishām, Al-Sīrah Al-Nabawiyyah, 95/3

تھی اس پر وہ نادم ہیں۔ اور اب ان میں یہ مراسلت ہوئی ہے کہ وہ (یہود) آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے ان (محمد) کے حوالے کر دیں گے۔ اور پھر آپ لوگوں کے خلاف محمد ﷺ سے اپنا معاملہ استوار کر لیں گے۔ لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ ہرگز نہ دیں۔ اس طرح دونوں فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا۔ ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اس طرح نعیم بن مسعود نے غزوہ احزاب میں نہایت اہم کردار ادا کیا"۔[43]

نعیم بن مسعود کے اس واقعہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قریش، غطفان اور بنو قریظہ کے یہود کے درمیان افواہ پھیلائی۔ اس کا اثر یہ نکلا کہ ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے، نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست سے دوچار کر دیا، اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے احمد نوفل رقمطراز ہیں:

"غزوہ احزاب مین افواہ سازی نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت اہم کام سر انجام دیا جس کی مثال نعیم بن مسعود کی گفتگو میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔"[44]

4۔ وہم ڈالنا:

یہ نفسیاتی جنگ کی ایک قسم ہے جس میں لشکر کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور فوج اس طرح کھڑی کی جاتی ہے کہ دشمن کو باور کروایا جاتا ہے کہ مسلمان بڑی تعداد میں ہیں اور کفار ان کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یہ وہی طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے موقع پر اپنے لشکر کے ساتھ کیا تھا۔ اس غزوہ میں آپ نے رات کے ابتدائی اوقات میں مر الظہران پہنچ کر نزول فرمایا۔ آپ ﷺ نے کثرت سے آگ جلانے کا حکم دیا، جب مسلمان ایک جگہ پر جمع ہو گئے وہاں آپ کے حکم سے لوگوں نے الگ الگ آگ جلائی۔ اس طرح دس ہزار

---

[43] الصلابی، علی محمد محمد، **السيرة النبوية**، دار المعرفه، طبع سابع، 2008، ص: 605۔

Al-Salābī, Al-Sīrah Al-Nabawiyyah, Dār Al-Mārifah, ed.2008AD, p.605

[44] احمد نوفل، **الاشاعة**، عمان، دار الفرقان، 1983ء، ص: 50۔

Ahmad Noufal, Al-Ashā'a, Oman, Dār Al-Furqān, ed.1983, p.50

(چولہوں میں) آگ جلائی گئی۔ تو مشرکین نے خیال کیا کہ آگ کی کثرت مسلمانوں کے لشکر کی بڑی تعداد ثابت کرتی ہے اور وہ ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور مسلمانوں کی شکست کی کوئی امید نہیں۔[45]

2۔ نفسیاتی جنگ کے خلاف اقدامات:

جنگ کا سب سے مضبوط ہتھیار افواہیں ہیں، شریعت اسلامیہ نے افواہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جو اقدامات کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1۔ میڈیا کے ذریعے دشمن کی طرف سے پھیلائی جانے والی افواہوں کے خلاف عملی اور براہ راست محاذ آرائی:

کسی بھی معاشرے پر افواہوں کے خوفناک اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ افواہوں کے نتیجے میں خوف جنم لیتا ہے اور جب کسی معاشرے پر خوف طاری ہو جائے تو پھر ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ان کا مورال گر جاتا ہے۔ اس لئے افواہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ جو بھی خبر یا بات سنی جائے اس کی تصدیق کی جائے ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔[46]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو"۔

جنگ احد میں ایک واقعہ اس نوعیت کا پیش آیا جس میں مشرکین مکہ نے افواہوں کے ذریعے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی ناکام کوشش کی، ان کا قاتل ابن قمئہ تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ حضرت مصعبؓ بن عمیر آپ ﷺ کے ہم شکل تھے۔ چنانچہ وہ حضرت مصعبؓ کو شہید کر کے مشرکین کی طرف واپس چلا گیا اور چلاّ چلاّ کر اعلان کیا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ اس کے اس اعلان سے نبی ﷺ کی شہادت کی خبر مسلمانوں اور

---

[45] صفی الرحمان مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، لاہور، المکتبہ السلفیہ، 2002ء، ص: 550۔

Safīh-ur-Rahmān Mubarakpuri, Al-Rahīq Al-Makhtūm, Lahore, Al-Maktabah Al-Salfiyah, 2002AD, p.550

[46] **الحجرات** 49: 6۔ Al-Hujrāt, 06:49

مشرکین دونوں میں پھیل گئی۔ اور یہی وہ نازک ترین لمحہ تھا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ سے الگ تھلگ نرغے کے اندر آئے ہوئے بہت سے صحابہ کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان کے عزائم سرد پڑ گئے اور ان کی صفیں اتھل پتھل اور بد نظمی وانتشار کا شکار ہو گئیں۔ مگر جب رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی صفوں میں توازن پیدا کرنے اور کافروں کی افواہ کو کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے الی عباد اللہ الی عباد اللہ کے ساتھ آواز دی تو یہ ساری افواہیں دم توڑ گئیں۔[47]

اسی طرح غزوہ بنی المصطلق میں جب ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہوا اور قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں، نبی ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے ان الفاظ میں اس مسئلے کو ختم کر دیا، آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! کیا جاہلیت کا دعویٰ کر رہے ہو جب کہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں! اللہ نے تمہیں اسلام کی ہدایت سے نوازا ہے، تمہیں اس کے ذریعے عزت عطا کی ہے، جاہلیت کے تمام معاملات ختم کر دیے ہیں، تمہیں کفر سے سے بچا لیا ہے اور تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی ہے۔ اس طرح نبی ﷺ نے اس فتنے کو ختم کر دیا جو سر اٹھا رہا تھا اور ان افواہوں کو دفن کر دیا جو پنپ رہی تھیں۔

2۔ افواہوں کا مقابلہ کرنے میں اجتماعی ذمہ داری

معاشرے کے ہر فرد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ افواہوں کا مقابلہ کرے، وہ اس طرح کہ وہ ان کو دہرانے اور لوگوں میں پھیلانے سے گریز کرے اور کوئی ایسی خبر سنتے ہی ذمہ داروں کو آگاہ کریں تا کہ ان ذمہ داران کی طرف سے اس کی صحیح وضاحت سامنے آئے۔ اس حوالے سے ارشاد باری تعالی ہے:

اذ تَلَقَّونَه باَ لسنتَكُم وتَقُولُونَ باَ فواهكُم مَّا لَيس لَكُم به علمٌ وَّتَحسبونَه هَينًا وَّهو عندَ اللّٰه عَظيمٌ-[48]

"ذرا غور تو کرو، اُس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی جارہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جارہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی"۔

[47] صفی الرحمان مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، ص: 372-373۔

Safīhurrehmān Mubarakpurī, Al-Rahīq-ul-Makhtūm, p.372,373

[48] **النور** 24: 15۔ Al-Nūr, 15:24

اس خبر کو ذمہ داروں کی طرف لوٹانے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاِذَا جَآءَھُم اَمرٌ مِّنَ الاَمنِ اَوِ الخَوفِ اَذَاعُوا بِہ ولَو رَدُّوہ اِلَی الرَّسُولِ وَاِلٰٓی اُولِی الاَمرِ مِنھُم لَعَلِمَہُ الَّذِینَ یَستَنبِطُونَہ مِنھُم وَلَولَا فَضلُ اللّٰہِ عَلَیکُم وَرَحمَتُہ لَاتَّبَعتُمُ الشَّیطٰنَ اِلَّا قَلِیلًا-[49]

"یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اُسے لے کر پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ اُسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو اِن کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو (تمہاری کمزوریاں ایسی تھیں کہ) معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے"۔

لہٰذا میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ وہ خبر کی تصدیق کیے بغیر اس کو نشر کرنے سے گریز کرے۔

3۔افواہوں کی روک تھام:

افواہوں کی روک تھام کے لیے درج ذیل عملی اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

1۔ بالکل صحیح اور صاف معلومات کو پیش کیا جائے کیونکہ صحیح اور سچی خبروں کی موجودگی میں جھوٹی خبریں اورافواہیں بالکل غیر مؤثر اور غیر فعال ہو جاتی ہیں۔ عہد نبوی میں منافقین اسلامی معاشرے میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے غلط افواہیں پھیلاتے ۔لیکن جب صحیح معلومات آجاتیں تو اللہ تعالیٰ اسے ان کی نظروں کے سامنے زائل کرتا اور لوگوں کے لیے حق واضح ہوجاتا:

لَقَد ابتَغَوُا الفِتنَۃَ مِن قَبلُ وَقَلَّبُوا لَکَ الأُمُورَ حَتَّی جَاءَ الحَقُّ وَظَھَرَ أَمرُ اللَّہِ وَھُم کَارِھُونَ-[50]

"یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے تلاش کرتے رہے اور آپ کے لیے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ کا حکم غالب آگیا۔باوجودیکہ وہ ناخوشی ہی میں رہے۔"

2۔ انسان کو افواہ کے ذریعے جو خبر ملے اس پر حسن ظن رکھے اور اس کی ترویج واشاعت کا ذریعہ نہ بنے۔

---

[49] النساء 4: 83۔ Al-Nisā, 83:4

[50] التوبة 9: 48۔ Al-Toubah, 48:9

3۔ اگر اس کو پھیلانا اتنا ضروری ہے تو اس کی خبر حاکم وقت کو دے تاکہ وہ اصل شخص تک پہنچ سکے اور بات کی تہ تک پہنچ کر فیصلہ کرے تاکہ عوام کے سامنے صحیح بات آسکے، ورنہ وہ بات عوام الناس میں گردش کرتی رہے گی۔

4۔ اسلام حکم دیتا ہے کہ وہ سچی خبر پر ثابت قدم رہیں۔ بہت سارے فتنے کسی فاسق کی غلط خبر کے سبب ابھرتے ہیں اور کئی لوگوں کا خون انہیں فتنوں کی وجہ سے بہایا جاتا ہے۔ ان فتنوں کی آگ ایسے لوگ بھڑکاتے ہیں جو فتنہ پرور ہوتے ہیں اور امت مسلمہ کا اتحاد انہیں چبھتا ہے۔ یہ لوگ امت مسلمہ کے اتحاد کے حامی نہیں ہوتے اور ان کی خوشی کو تلخ بنانے میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لئے تو اسلام نے خبر دینے اور اس کو پھیلانے میں اس خبر کا مصدر تلاش کرنے اور غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

5۔ افواہوں کو ختم کرنے کا راستہ یہ ہے کہ ان بے بنیاد افواہوں کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیا جائے، میڈیا پر لوگوں کا شعور بیدار کیا جائے، ان کے ضمیر کو بیدار کیا جائے۔ اور ہوس اور حرص کے بجائے ان میں قناعت اور اطمینان پیدا کیا جائے۔ جب لوگ بیدار مغز، زندہ دل اور حساس ہوں گے تو بے بنیاد افواہوں اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے ذرائع سے خود بخود بچ سکیں گے۔ یہ ذمہ داری بھی میڈیا کے اینکرز، نیوز چینلز کے ذمہ داران اور ابلاغ و نشریات سے متعلقہ ہر شخص کی ہے۔

6۔ جھوٹی افواہوں کو روکنے کا یہ انتہائی اور بھرپور اقدام ہے کہ ذرائع ابلاغ سرے سے ہی ان افواہوں کو اپنی توجہ کا مستحق نہ سمجھیں اور ان کی ترویج و اشاعت کریں۔ اس طرح یہ افواہیں اپنی موت آپ مر جائیں گی اور معاشرہ ان کے برے اثرات سے محفوظ رہے گا۔ یہی وہ امور ہیں جو معاشرے میں افواہ سازی کو روکتے ہیں اور کسی علاقہ میں اس کے پھیلاؤ کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ بحث

یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے افواہوں کی روک تھام بنیادی طور پر دو طریقوں سے کی ہے:

1۔ پہلا یہ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ شکوک و شبہات کے مقامات سے دور رہیں اور معلومات کو قابل اعتماد ذرائع سے حاصل کریں۔

2۔ دوسرا یہ ہے کہ شریعت نے ان افواہوں کا ہر ممکن سد باب کیا ہے۔ اسلام نے ہر وہ راستہ بند کیا ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ افواہوں کی طرف کھلتا ہے۔

تاہم اس کے ساتھ اسلام نے میدان جنگ میں دشمنان دین کے حوصلے پست کرنے کے افواہیں پھیلانے کی یا نفسیاتی جنگ کی اجازت دی ہے۔ دشمن کے حوصلوں کو پست کرنے، ان کے مورال کو ڈاؤن کرنے اور ان کی ہمتوں کو توڑنے کے لیے نفسیاتی جنگ کی اہمیت بہت زیادہ ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ نفسیاتی جنگ کی مشروعیت قرآن کریم اور نبی ﷺ کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اپنی زندگی میں جن بڑے بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑا بالخصوص ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد آپ کو جن چیلنجز کا سامنا تھا ان مسائل اور چیلنجز سے نمٹنے کے لیے آپ نے اپنے دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ کو خوب استعمال کیا کیونکہ آپ کا مقصد اعظم لوگوں کی عقل اور ان کے دلوں کو متاثر کرنا تھا نہ کہ ان کا خون بہانا اور قتل کرنا آپ کا مقصود تھا۔ نفسیاتی جنگ کے خطرات اور اسلامی معاشرے پر اس کے اثرات کے پیش نظر نبی ﷺ نے اس جنگ سے نمٹنے کے لیے اور اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے احتیاطی تدابیر بھی اختیار کی اور اقدامی محاذ آرائی بھی کی۔ نفسیاتی محاذ آرائی میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی ان مضبوط اور منضبط قواعد پر مشتمل تھی جن میں معاشرے کے امن و سلامتی کی ضمانت تھی، لہذا اسلامی ممالک کے سربراہان کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اس حکمت عملی اور تدابیر کو اپنائیں کیونکہ ان کے کندھوں پر امت اور اسلامی ریاست کے ذمہ داری کا بوجھ ہے۔ نیز ہمارا معاشرہ جس فکری کشمکش اور میڈیا یلغار کا سامنا کر رہا ہے، خاص طور پر ہمارے نوجوان جس فکری یلغار کے نشانے پر ہیں، ہم اس صورت حال میں علمی، دعوتی، تعلیمی اور میڈیا اداروں کے ذمہ داروں کے سامنے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے نصاب اور پروگراموں میں اس فکری اور نفسیاتی جنگ سے نمٹنے کے لیے نبوی حکمت عملی کے اقدامات اور تدابیر کو شامل کریں کیونکہ اس جنگ کو جیتنے کے لیے آپ ﷺ کی حکمت عملی اور تدابیر سے زیادہ مؤثر اور کوئی چیز نہیں ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License